# تبیان القرآن

## ایک مطالعہ

مولانا عبدالمالک

شیخ الحدیث مولانا مفتی غلام رسول سعیدی عصر حاضر کے ممتاز مفسر، عظیم القدر محدث اور وسیع النظر فقیہ ہیں۔ متعدد گراں قدر علمی تصانیف ان کی باقیات الصالحات ہیں۔ خصوصاً ۷ جلدوں میں **صحیح مسلم شریف** کی شرح پیش کر کے ملک کے تمام مکاتب فکر کے علما سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ انھیں علمی گہرائی، گیرائی اور استحضار میں خصوصی مقام حاصل ہے۔ مختصر مدت میں ایک مثالی اور جامع علمی کتاب پیش کر دیتے ہیں۔

زیر نظر تفسیر تبیان القرآن (جلد اول) ۱۰۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۳۱ صفحات پر مشتمل "حدیث دل" اور مقدمہ ہے جس میں تفسیر کا اسلوب بیان کیا گیا ہے اور مبادی تفسیر کا کافی حد تک احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرہ کی تفسیر ہے۔ یہ سارا کام ڈیڑھ سال کے عرصے میں کیا گیا۔ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ کو اس تفسیر کا آغاز ہوا اور ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ کو یہ جلد اختتام کو پہنچی۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قدیم تفسیری مباحث اور علمی نکات کے ساتھ جدید مباحث کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ عقیدہ، اخلاق، شریعت، طریقت، تصوف اور احکام اور دیگر علمی مباحث کو شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ مباحث کی وسعت اور ہمہ گیری کے لحاظ سے یہ اسم بامسمی ہے۔

مصنف اپنی تفسیر کے متعلق فرماتے ہیں: "میں نے اس تفسیر کو متوسط طریقے پر لکھا ہے۔ اس میں بہت زیادہ تفصیل ہے نہ زیادہ اختصار۔ مسائل حاضرہ پر میں نے شرح و بسط کے ساتھ شرح صحیح مسلم میں لکھ دیا ہے۔ اسی طرح عبادات اور معاملات پر بھی سیر حاصل بحث اس میں آگئی ہے، تاہم جو مسائل اور مباحث اس میں آنے سے رہ گئے ہیں، ان شاء اللہ انھیں اس میں تفصیل کے ساتھ ذکر کروں گا۔ معاصر اور عہد قریب کے مفسرین کی تحقیقات اور نگارشات کو میں نے پیش نظر رکھا ہے اور جہاں میری

رائے ان سے متفق نہیں ہو سکی' میں نے ادب و احترام کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے" (ص ۳۹)۔

مصنف نے تفسیر میں جن اصولوں کو اپنایا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱- میں نے قرآن مجید کا ترجمہ تحت اللفظ نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کیا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ سے بالکل الگ اور عربی شناسی کی رعایت کیے بغیر قرآن مجید کے مفہوم کی ترجمانی کی جائے۔ ۲- تفسیر میں بھی میں نے اسلام کے مسلمہ عقائد کو دلائل سے مزین کیا ہے اور قرآن مجید کی جن آیات میں احکام و مسائل کا ذکر ہے وہاں میں نے تمام فقہی مذاہب کا دلائل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ۳- ہمارے متقدمین مفسرین نے قرآن کریم کی تفسیر میں جو نکات بیان کیے ہیں' ان سے میں نے استفادہ کیا ہے لیکن جو بعید نکات ہیں یا دور از کار تاویلات ہیں' ان کو ترک کر دیا ہے۔ ۴- میں نے کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں زیادہ سے زیادہ احادیث اور آثار کو پیش کروں۔ ۵- عام طور پر مفسرین صرف حدیث کا ذکر کر دیتے ہیں' اس کی تخریج نہیں کرتے۔ میں نے کافی محنت اور جانفشانی کر کے تبیان القرآن میں درج ہر حدیث کی تخریج کی ہے اور اس کا مکمل حوالہ بیان کیا ہے۔ البتہ حافظ منذری' حافظ الہیثمی اور حافظ سیوطی چونکہ علم حدیث میں بہت ثقہ ہیں' اس لیے ان کی تصانیف میں درج مسلم ائمہ حدیث کی روایات کو ان کے حوالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور کہیں کہیں اصل مآخذ کے حوالوں کی بھی نشان دہی کر دی ہے۔ ۶- نئے اور تازہ مسائل میں غور و فکر اور اجتہاد کی کافی وسعت اور گنجائش ہے اور ظاہر ہے اس میں علما کی آرا مختلف ہوتی ہیں۔ جو عالم بھی کسی تازہ اور نئے مسئلے میں غور و فکر سے اجتہاد کرتا ہے' وہ پوری دیانت داری اور خدا خوفی سے اس کے حکم کو دلائل شرعیہ سے اخذ کرتا ہے۔ اگر کسی عالم کو اس سے اختلاف ہو تو اس کو دلائل کے ساتھ اپنا نظریہ تو بیان کرنا چاہیے لیکن فریق مخالف پر کیچڑ نہیں اچھالنی چاہیے' اور طعن و تشنیع سے کام نہیں لینا چاہیے۔ بد قسمتی سے ہمارے ہاں لوگوں کا یہ مزاج نہیں ہے اور لوگوں کو جس شخص سے کسی علمی مسئلے میں اختلاف ہو وہ اس کو جاہل' خائن اور اس نوع کے دیگر القابات سے نوازتے ہیں بلکہ اس کو دین و ملت سے خارج کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ ان تازہ مسائل میں سے بعض مسائل میں ہمارا دوسرے علما سے اختلاف ہے لیکن ہم نے اپنا موقف دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان علما کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں لکھا' اور ان کے اعزاز و اکرام اور احترام کو پوری طرح قائم رکھا ہے (ص ۳۷-۳۸)۔

مصنف نے ۶۳ کتب تفسیر سے استفادہ کیا۔ بطور خاص جن تفاسیر کو پیش نظر رکھا ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ترجمے میں' میں نے زیادہ تر علامہ احمد سعید کاظمی قدس سرہ کے ترجمے البیان سے استفادہ کیا ہے۔ تفسیر میں زیادہ تر احکام القرآن' الجامع الاحکام' القرآن' البحر المحیط' تفسیر کبیر'

الدر المنثور اور روح المعانی سے استفادہ کیا ہے، جب کہ جدید تفاسیر میں سے تفسیر منیر، مراغی، فی ظلال القرآن اور تفسیر قاسمی پیش نظر رہیں۔ احادیث کی بہت سی کتابیں جن کے ہم پہلے صرف نام سنتے تھے الحمدللہ اب وہ چھپ گئی ہیں اور دستیاب ہیں۔ میں نے زیادہ تر کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں احادیث کو ان کے اصل حوالہ جات کے ساتھ ذکر کروں۔ اسی طرح فقہی مباحث میں مذاہب ائمہ کو ان کی اصل کتابوں کے حوالے کے ساتھ درج کیا ہے۔ مآخذ اور مراجع کی فہرست سنین وفات کی ترتیب سے مرتب کی ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ پہلی بار اس نوع کی فہرست مرتب کی گئی ہے" (ص ۳۸)۔

تفسیر کا مطالعہ کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ مصنف مدظلہ العالی نے ان خصوصیات اور اصولوں کی پوری طرح پاسداری کی ہے۔ شاید وہ عصر حاضر کے ان چند مفسرین میں شامل ہیں جو ایک مسلک سے وابستہ ہونے کے باوجود مسلکی تعصب کا شکار نہیں اور اپنے مسلک میں متعصب ہونے کے باوجود دوسرے مسالک کا بھی کماحقہ احترام کرتے ہیں۔ پاکستان میں ان سے پہلے مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع صاحبؒ اور چند دیگر مفسرین نے اس کا نمونہ پیش کیا ہے۔

مصنف کی تصانیف کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ مسلکی مسائل میں بریلوی مسلک پر قائم رہتے ہوئے دوسرے مسالک کا احترام کرتے ہیں اور بریلوی مسلک کی توضیح اس طرح کرتے ہیں کہ دوسرے سے دوری کو کم کر دیتے ہیں۔ وہ اس کے لیے دلائل سے بات کرتے ہیں۔ مثلاً مسئلہ استمداد اور ندائے غیراللہ اور توسل کے متعلق مصنف تفصیلی بحث کرتے ہوئے مسلک بریلوی کی توضیح، تشریح اور اثبات کرتے ہیں اور آخر میں اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: "اس اعتقاد کے ساتھ انبیا علیہم السلام اور اولیاے کرام سے استمداد اور استغاثہ کرنا ہرچند کہ جائز ہے لیکن افضل و احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر حال اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استقامت کی جائے (الفاتحہ، آیت ۴، ص ۲۴۹)..... ہمارے فاضل معاصر علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ثم نقشبندی لکھتے ہیں: البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیا و اولیا کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کر دیا جائے کیونکہ حقیقت، حقیقت ہے اور مجاز، مجاز ہے" (ص ۲۱۷)۔

علم غیب کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "خلاصہ بحث یا اس تمام بحث کا ماحاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو علیٰ حسب المراتب غیب کی خبروں پر مطلع فرمایا ہے لیکن غیب مطلق (یعنی تمام معلومات کا احاطہ کاملہ) یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اسی کو غیب مطلق کا علم ہے۔ غیب کی جن خبروں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے خواص کو مطلع فرمایا ہے ان کے اعتبار سے ان بندوں کو غیب کا علم ہے لیکن

اس کو علم الغیب کہنا درست نہیں۔ کیونکہ ان کو ایسی صفت حاصل نہیں ہے جس سے ان پر ہر غیب منکشف ہو۔ یہ علامہ شامی کی بیان کردہ توجیہ ہے۔ علامہ آلوسی کی توجیہ یہ ہے کہ اگرچہ ان کو بعض غیوبات پر مطلع کیا گیا ہے لیکن ظاہر آیات سے تعارض کی بنا پر یہ کہنا درست نہیں کہ ان کو غیب کا علم ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کو غیب پر مطلع کیا گیا ہے یا ان پر غیب ظاہر کیا گیا ہے۔ امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ کی تحقیق ہے کہ مطلقاً علم غیب بولا جائے تو اس سے ذاتی علم مراد ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ فلاں شخص کو علم غیب ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض غیوب کو ظاہر فرمایا۔ آپ کو بعض غیوب پر مطلع کیا گیا یا آپ کو غیب کی خبریں دی گئیں۔ جن علما اور فقہا کی عبارات میں مخلوق کی طرف علم غیب کا اسناد کیا گیا ہے، وہاں چونکہ غیب سے مراد غیب مطلق نہیں ہے، اس لیے وہ عبارات عقلاً جائز ہیں اور کفرو شرک نہیں ہیں۔ لیکن ایسا کہنا شرعاً مستحسن نہیں" (ص ۲۷۵)۔

مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "امیر یا کسی معظم شخص کی آمد پر جانور کو ذبح کیا گیا ہو تو یہ ذبیحہ حرام ہے کیونکہ یہ ما اهل به لغير الله ہے، خواہ اس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو (درمختار، ص ۶۷۶-۶۷۷)۔ اگر کوئی شخص غیراللہ کی نذر مانے، مثلاً یہ کہے کہ اگر فلاں بزرگ نے میرا کام کر دیا تو میں اس بزرگ کے لیے ایک بکرا ذبح کروں گا، سو یہ نذر حرام ہے۔ کیونکہ البحر الرائق اور فقہ کی دیگر کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی نذر ماننا حرام ہے۔ اور اگر اس شخص نے اس بزرگ کی تعظیم کے لیے اس بکرے کو ذبح کیا تو فقہا کی تصریحات مذکورہ کی بنا پر وہ ذبیحہ حرام ہو گا اور مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا مصداق ہو گا" (ص ۶۷۷)۔ یہ اور اسی نوع کی تحقیقات اپنے مسلک کی توضیح کے ساتھ دوسرے مسالک کے ساتھ علمی تقارب کی کوشش قابل قدر اور خراج تحسین کی مستحق ہے۔

مصنف نے مختلف موضوعات پر گراں قدر علمی تحقیقات پیش کی ہیں۔ مثلاً سنت و بدعت کے بارے میں درج ذیل علمی بحث نہایت عمدہ ہے۔

"ڈاڑھی میں قبضہ کی بحث" کے عنوان سے لکھتے ہیں: "بعض علما ڈاڑھی میں قبضہ کو واجب کہتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وجوب رسول صص اللہ کے امر سے ثابت ہوتا ہے اور کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے قبضہ تک ڈاڑھی رکھنے کا امر فرمایا ہو۔ بعض علما وجوب پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً قبضہ تک ڈاڑھی رکھی اور کبھی اس کو ترک نہیں کیا اور یہ وجوب کی دلیل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ صرف دوام سے وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ نے اس فعل کے ترک پر انکار بھی فرمایا ہو۔ جیسا کہ علامہ ابن نجیم نے فرمایا ہے اور علامہ ابن ہمام کی بھی یہی تحقیق ہے۔ اور کسی حدیث میں یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے قبضہ سے کم ڈاڑھی رکھنے پر انکار فرمایا ہو۔

نیز آپ وضو میں ہمیشہ دائیں جانب سے ابتدا کرتے تھے اور یہ بالاتفاق واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ نفس ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور منڈانا حرام ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈاڑھی منڈانے والے مجوسی پر انکار فرمایا (المصنف، ج ۸، ص ۳۷۹)۔ نیز ڈاڑھی رکھنا اسلام اور مسلمانوں کا شعار ہے۔ البتہ قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا واجب نہیں ہے۔ لیکن ڈاڑھی کی اتنی مقدار رکھنا ضروری ہے جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق آسکے کیونکہ احکام میں عرف کا اعتبار ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کی شرعاً مقدار معین نہ ہو اس میں مبتلا بہ کی رائے کا اعتبار ہوتا ہے" (رد المحتار، ج ۱، ص ۱۲۸، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۹ھ، ص ۵۳۷)۔

اپنی طرف سے عبادت کے طریقے مقرر کرنے کی مذمت کے عنوان پر فرماتے ہیں: "اس سے معلوم ہوا کہ اپنی عقل سے عبادت کے طور طریقے وضع کرنا جائز نہیں۔ لوگ اپنی عقل سے عبادت کے طریقے وضع کر لیتے ہیں، پھر اس کی تائید میں دلائل شرعیہ تلاش کرتے ہیں اور جو ان کے بنائے ہوئے طریقے کے مطابق عبادت نہ کریں، ان کو لعنت ملامت کرتے ہیں۔ اسی کا نام احداث فی الدین اور بدعت سیئہ ہے۔ عبادت صرف اسی طریقے سے کرنی چاہیے جس طریقے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کی۔ اور جس طرح آپ صلعم نے ہدایت دی ہے اور جماعت صحابہ کا اس پر عمل رہا ہے" (ص ۱۵۷)۔

اس کے علاوہ آیات سے علمی عجائب و غرائب، احکام خصوصاً ایسے مسائل جن کی روزمرہ کی عملی زندگی میں حاجت پیش آتی ہے، مصنف نے شرح و بسط اور دلائل سے ان پر بحث کی ہے۔ مثلاً بسم اللہ میں رسول اللہ کی طرف رمز اور اشارہ (ص ۱۵۵)، دین، شریعت اور مذہب وغیرہ کی تعریفات (ص ۱۸۳)، ایمان لانے کے لیے صحابہ کرامؓ کے ایمان کا معیار ہونا (ص ۳۰۷)، صحابہ کرامؓ کے سب و شتم کی مذمت اور رد (ص ۳۱۰)، عصمت انبیا کے اصطلاحی معنی (ص ۳۶۵)، خواتین کی امامت کی تحقیق (ص ۳۹۳)، سمجھ دار نابالغ لڑکے کی امامت کی تحقیق (ص ۳۹۷)، طاعون کے متعلق قدیم علما اور جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق (ص ۴۲۹)، سحر کے لغوی معنی، سحر کے شرعی معنی (ص ۴۸۴ تا ۴۹۴)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے شرعی حکم کی تحقیق، گستاخانہ کلام میں توہین کی ہیئت کی بحث (ص ۴۹۸ تا ۵۰۱)، مسئلہ امامت کی بحث (ص ۵۴۸ تا ص ۵۶۳)۔ مسئلہ تحویل قبلہ (ص ۵۹۲ تا ۵۹۶)، کعبہ کا اولیا اللہ کی زیارت کرنا (ص ۵۹۷) کے موضوع پر تحقیق کے بعد فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں کعبہ کی تعظیم و توقیر و ہیبت اور جلال اور زیادہ کرے۔ ہمیں یہ نقول اور دلائل یعنی (کعبہ کا اولیا اللہ کا طواف کرنا) خصوصاً اس لیے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیا ہیں لیکن آپ صلعم نے کعبہ کا طواف کیا اور آپ کے گرد کعبہ کا طواف کرنا ثابت نہیں" (ص ۵۹۸)۔ عدالت صحابہ اور حجت اجماع (ص ۵۹۵)، ہر نبی کے

پیدائشی ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق (ص ۶۱۸)، نبیوں، رسولوں، کتابوں اور صحیفوں کی تعداد (ص ۶۱۹)، مردہ کافروں پر لعنت کرنے کا جواز اور زندہ کافروں پر لعنت کرنے کی ممانعت (ص ۶۴۹)، ملکی اور غیر ملکی صابنوں کو استعمال کرنے کا شرعی حکم (ص ۶۶۵)، ضرورت کی وجہ سے ایک شخص کے جسم میں دوسرے شخص کے خون کو منتقل کرنے کا جواز (ص ۶۶۷)، ضرورت کے وقت حرام چیزوں سے علاج کے متعلق احادیث اور فقہاے اسلام کی تشریحات (ص ۶۷۰)، انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کا بیان (ص ۷۰۷)، قطبین میں نماز اور روزہ کی تحقیق (ص ۷۱۶)، مال حرام سے صدقہ کرنے کا شرعی حکم (ص ۷۴۰)، قاضی اور دیگر سرکاری افسروں کے ہدیہ قبول کرنے کی تحقیق (ص ۷۴۳)، قضا کے ظاہراً باطناً نافذ ہونے میں مذاہب ائمہ۔ حرمت والے مہینوں میں ممانعت قتال کے منسوخ ہونے کی تحقیق (ص ۸۰۳)، مرتد کی تعریف اور اس کا شرعی حکم (ص ۸۰۵)، لاٹری اور انعامی بانڈز کا شرعی حکم (ص ۸۱۶)، بہ یک وقت تین طلاقوں کے حکم میں جمہور کا موقف، امام ابن تیمیہ کا موقف، علما شیعہ کا موقف (ص ۸۵۶ تا ۸۷۹)، چلتی ٹرین اور طیارے وغیرہ میں نماز پڑھنے کا بیان (ص ۹۰۵)، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور آپ صعم کی افضلیت اور کمالات (ص ۹۳۶ تا ۹۶۸)، صدقہ اور عشر اور خراج کے موضوع پر بحث (ص ۱۰۰۰ تا ۱۰۲۱)، سود کے متعلق بحث (ص ۱۰۲۳ تا ص ۱۰۴۵)، قرض اور دین کے موضوع پر بحث (ص ۱۰۴۶ تا ۱۰۵۴)، شہادت اور اس کے موضوع پر بحث (ص ۱۰۵۴ تا ۱۰۷۰)، خاتمہ سورۃ پر بحث (ص ۱۰۷۱ تا ۱۰۸۱)۔ مذکورہ عنوانات اور دیگر بے شمار علمی عنوانات پر نہایت عالمانہ انداز میں تحقیق کی گئی ہے۔ آیات سے جو احکام مستنبط ہوتے ہیں، ان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے جو علما، طلبا اور عامۃ المسلمین کے لیے قیمتی معلومات اور فوائد پر مشتمل ہے۔

مصنف کے نقطۂ نظر سے بعض جگہ ہمیں اختلاف ہے اور ان سے علمی اختلاف کا حق ہماری طرح ہر صاحب علم کو ہے۔ لیکن مصنف نے جو انداز بیان اختیار کیا ہے، علمی تحقیق میں جس جرأت اور دیانت داری اور اعتدال کا مظاہرہ کیا ہے، اس پر وہ خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ نیز ان کی وہ علمی تحقیقات جو خالص علمی حیثیت رکھتی ہیں وہ گراں قدر ہیں اور تمام اہل علم کی ضرورت ہیں۔ اس لیے یہ تفسیر اس بات کی حق دار ہے کہ ہر صاحب علم کی الماری کی زینت ہو۔ مصنف نے جس تیزی سے تفسیر لکھنے کا کام شروع کیا ہوا ہے، اس سے یہ امید پیدا ہوتی ہے کہ وہ جلد ہی اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی اس تفسیر کو مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر میں اتحاد و اتفاق کا ذریعہ اور ایک دوسرے سے استفادے کی بنیاد بنا دے۔ دوسرے علما کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین (ناشر: فرید بک سٹال، ۳۸- اردو بازار، لاہور، ہدیہ: درج نہیں)

---